سورۃ فاتحہ پر ایک نظر

حضرت مولانا مدظلہ نے یہ درس مورخہ ۱۵ رجب ۱۳۸۷ھ کو مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے ایک عظیم اجتماع میں دیا جو قارئین "الحق" کی نذر ہے۔
(محمد سعید الرحمٰن علوی۔ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

اسلامی طرز حکومت

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم مٰلک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین (آمین)

حضرات! آپ کے سامنے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی گئی ہے۔ یہ عظیم الشان سورۃ چونکہ قرآنی مضامین کی بنیاد ہے۔ اور اس کی تفسیر مختلف طرز سے کی گئی ہے۔ آج میں اس کی تفسیر سیاسی طرز سے کروں گا۔ علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ الفرق بین کلام اللہ وکلام المخلوق کالفرق بین اللہ وبین المخلوق یعنی اللہ اور اسکی مخلوق کے کلام میں ایسے ہی فرق ہے جیسے خود اللہ اور مخلوق میں۔ جو مقام اللہ تعالیٰ کا ہے وہی اس کے کلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خطاب فرمایا۔ اور در حقیقت مقصد امت کو سمجھانا ہے کہ اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ چونکہ قرآن منبع حیات اور تمام صفات حمیدہ کا سرچشمہ ہے۔ اس کے آغاز میں تعوّذ (اعوذ باللہ کہنا) ضروری قرار دیا ہے کہ شیطان الرجیم سے پناہ مانگو شیطان پہلے بھی کھلا تھا۔ اس بیسویں صدی میں اس کی گمراہی اور زیادہ کھل گئی ہے۔ کہ قرآن پڑھ پڑھ کر لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے ـــــ پہلے سے فرما دیا تھا کہ یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیرا۔ جو لوگ اپنی منشا سے قرآن بیان کریں گے، لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اور جو سلف صالحین کی طرز پر اسکی تفسیر کریں گے، وہ صحیح ہوگی اور ہدایت کا ذریعہ ہوگی۔ اپنی منشا سے تفسیر ابوجہل بھی کر سکتا تھا۔ تلاوت

دوست اور دشمن سب کو کاٹتی ہے، ایسے ہی قرآن قابلِ ہدایت ہے۔ بشرطیکہ طریقۂ اسلاف پر اس کا فہم اور بیان ہو، اگر سلف سے ہٹ کر ہو تو لامحالہ گمراہی ہوگی ۔۔۔ ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ ایک مستشرق نے مجھ پر اعتراض کیا (مستشرق اس کو کہتے ہیں جو مشرقی علوم کا ماہر ہو) کہ شیطان انسان کا عظیم دشمن ہے، پوری دنیائے انسانیت کی گمراہی کا کام کرتا ہے اور خدا نے کہا ہے: "ان الشیطان لکم عدو" (شیطان تمہارا دشمن ہے ۔۔۔ لیکن علاج اتنا آسان کہ اعوذ باللہ پڑھنے سے بھاگ جاتے۔ میں نے کہا کہ آپ نے جواب نہیں دیا۔ کہ دشمن اگرچہ اتنا بڑا ہے، لیکن علاج بھی بہت بڑا ہے۔ اس کو معمولی نہ سمجھو۔ شیطان سے بچاؤ کا صرف یہی طریقہ ہے، بے علمی کے سبب جواب نہ دیا۔ انگریز نے ہر زمانہ میں اسلام کو مٹانے کی کوشش کی مگر تاریخ شاہد ہے کہ مٹا نہ سکا۔ کیونکہ مسلمان زندہ ہیں اور باری تعالیٰ ان سے خدمتِ دین لے رہا ہے اگر ایک آدمی روئے زمین کا صدر ہو اور تمہارے پاس صرف دین ہو تو تم بڑے مرتبہ والے ہو۔ بہرحال میں نے اسے بتایا کہ استعاذہ بڑا عظیم علاج ہے۔ کیونکہ دشمن کے مقابلہ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ داخلی قوت، خارجی قوت، داخلی قوت مثلاً بحری، بری، ہوائی فوج مضبوط ہو، جدید اسلحہ سے لیس ہو اور خارجی یوں مثلاً ملکوں کا باہمی اتحاد ہو جائے۔ مدافعت کے یہی دو طریقے ہیں۔ بعض بزرگوں نے تعوذ کو فاتحہ سے ملایا ہے۔ جیسے صاحب روح المعانی سید محمود آلوسی اور امام رازیؒ نے کیا ہے اور بعض حضرات نے تفسیر بسم اللہ سے کی ہے۔ تو جو شخص کسی نیک کام پر اعوذ باللہ پڑھتا ہے اس کو بھی شیطان کے بھگانے میں دخل ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں شیطان کو پہلا علم تو یہ ہے کہ بندہ نے اللہ کو پکارا ہے۔ دوسرا علم اسکو یہ ہے کہ اللہ نے بندے کی پکار سن لی۔ تیسرا علم یہ ہے کہ یہ بات خود اللہ نے بندہ کو سکھلائی ہے۔ چوتھا علم یہ ہے کہ اللہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔

ان چار علوم کے ہوتے ہوئے شیطان بھاگ جائے گا۔ کہ بندے نے ایک عظیم خارجی طاقت کو ساتھ ملا لیا ہے، جیسے ایک چھوٹا بچہ گھر سے باہر نکلا، گلی میں ایک آٹھ سالہ بچہ اسے آملا اور اس آٹھ سالہ بچہ نے اس پر ہاتھ اٹھایا تو اس بچہ کی داخلی قوت تو ہے نہیں، وہ خارجی قوت یعنی باپ کو آواز دے گا۔ آواز سنتے ہی باپ آجائے گا۔ اس طرح آٹھ سالہ بچہ بھاگ جائے گا۔ کہ اس نے ایک خارجی قوت کو طلب کر لیا معلوم ہوا کہ اعوذ باللہ خارجی قوت کیلئے بڑا مؤثر ہتھیار ہے، اور یہ محض قول نہیں حافظ ابن قیم علیہ الرحمۃ نے معوذتین کی تفسیر کی ہے جس میں شیطان کی کاروائی پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے بڑی پتہ کی بات لی ہے۔ فرماتے ہیں کہ شیطان دو کام کرتا ہے۔ شہوات اور خواہشات کو برانگیختہ کرنا اور شبہات پیدا کرنا۔ مومن کے پاس سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ عقیدہ ہے، نیک عمل ہے، عقیدہ کو شبہات

سے بگاڑتا ہے۔ دماغ کے اندر مختلف تفکرات پیدا کرتا ہے اور عمل کمزور کرنے کے لیے خواہشات و شہوات کو برانگیختہ کرتا ہے، تاکہ انسان مرتکب گناہ ہو۔ بس شیطان کے پاس یہی دو جال ہیں۔ عمل کمزوری میں صبح کی نماز سے روکتا ہے اور خصوصاً تہجد کی نماز سے کیونکہ فرض نماز کے بعد تہجد کی نماز سب سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت میں تہجد کے لیے نہیں اٹھ سکتا۔ سوتے سوتے تہجد ناغہ ہو جاتی ہے، آپ تدبیر بتائیں۔ حضرت نے فرمایا تو کیا ہوا۔ کیونکہ قصور تو بیداری میں ہے، نیند میں کوئی قصور نہیں۔ انما التفریط فی الیقظہ — جیسے حدیث سے ثابت ہے کہ جسکو نیکی کی عادت ہو مثلاً تہجد پڑھنا درس قرآن سننا۔ اگر بیماری کی وجہ سے یہ عبادت رہ جائے، تب بھی بقولئے حدیث اسے اجر ملے گا۔ دوسرے صاحب نے حضرت تھانوی کو خط لکھا، حضرت کی عادت تھی کہ نہایت مختصر جواب اسی کاغذ پر لکھ دیتے تھے۔ اس نے لکھا کہ تہجد کے وقت آنکھ کھلتی ہے۔ مگر پھر بھی نہیں اٹھ سکتا۔ حضرت نے فرمایا، سستی ہے اور اس کا علاج چستی ہے اور پھر لکھا کہ جب سستی ہے تو مان لو کہ تمہاری اور شیطان کی کشتی ہے۔ تو تم بھی اس کے مقابلہ میں زور لگاؤ — بہرحال اعوذ باللہ میں خارجی قوت بہت زیادہ ہے اور داخلی قوت یہ ہے کہ اعوذ میں فرمایا گیا ہے کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، تو مستعاذ (وہ ذات جس کے ذریعہ پناہ مانگی جائے) وہ ذات ہے جو تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہے، بڑا وصف صدق ہے۔ جب شیطان آدمی کو شہوات پر ابھارتا ہے۔ مثلاً زنا کرنے، شراب پینے، اور رشوت لینے پر۔ تو اس وقت یہ شخص تصور کرے گا۔ کہ ان گناہوں پر تو سزا ملے گی۔ مگر شیطان دنیوی لحاظ سے فوائد کو سامنے لاتا ہے، اخروی سزا بھلا دیتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ دنیوی فوائد کو نظر انداز کرتے ہوئے اخروی فوائد کو سامنے رکھے۔ اس لیئے تو حضور علیہ السلام پر دشمنوں نے پتھر برسائے۔ آپ نے دعا فرمائی اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔ (اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ ناسمجھ ہے۔) مگر راشی (رشوت خور) پر آپ نے لعنت فرمائی۔ لعن اللہ الراشی والمرتشی والآخذ والمعطی۔ (اللہ تعالیٰ رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت بھیجتا ہے۔) — تو رحمۃ العالمین کی دعا قبول ہوئی۔ شیطان یہ عبادات کا فائدہ نظروں سے غائب کر دیتا ہے۔ تو فرمایا کہ اللہ سے استعاذہ کرو۔ شیطان شکوک پیدا کرے تو اس کا بھی علاج ہے۔ اللہ نے بھلائی کے لیئے انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا اور برائیوں کے لئے شیطان کو پیدا کیا۔ شیطان شبہ ڈالے گا کہ حضور علیہ السلام معراج پر ایک رات میں کیسے آئے گئے۔ پہلے جواب یہ ہے کہ معراج تو اللہ نے کرایا۔ اس کیلئے کوئی مشکل نہیں۔ جو بوجھ چیونٹی کے لئے مشکل ہے وہ ہاتھی کے لئے مشکل نہیں۔ کیونکہ اسکی طاقت بڑی

ہے۔ یورپ اور امریکہ کے فلاسفروں کی طاقت چیونٹی کی طاقت ہے۔ اور ادھر اللہ کی طاقت ہے۔ اسریٰ بعبدہ۔ (کہ راتوں رات اپنے بندہ کو لے گیا) اسکی طاقت کی دلیل ہے۔ مثال یوں سمجھو کہ سورج کی روشنی زمین تک ایک سیکنڈ میں پہنچتی ہے، لیکن سورج زمین سے ۹ کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ اور بعض ستارے تو اربوں میل دور ہیں۔ لیکن ان کی روشنی ایک سیکنڈ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ تو اللہ میاں نے نظیر سے سمجھایا کہ اتنی دور کی چیز ایک سیکنڈ میں تم دیکھ سکتے ہو تو اللہ میاں نے تمام شکوک وشبہات دور کر دیئے اور جڑ کاٹ کر رکھ دی کہ تعوذ کرو ورنہ شیطان شبہ ڈالے گا۔ کہ ایسی طاقت حضور کو کوئی نہیں، اس کا ازالہ کیا کہ اعوذ باللہ پڑھو۔ شیطان مردود ہے تو اس کا شبہ بھی مردود ہے۔

الحمد للہ۔ الخ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ اگر میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو اونٹ کے انبار برابر دفتر تیار ہو جائے۔ لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے۔ چونکہ مخاطب ۹۵ فیصد عوام ہوتے ہیں۔ اہل علم ۵ فیصد ہوتے ہیں۔ قرآن کا طریق یہ ہے کہ ان کے سمجھانے کا خاص اہتمام کرتا ہے۔ اور عام انداز سے کلام فرماتے ہیں۔ اور یہ قرآنی اعجاز ہے ــــ تفسیر اتقان میں ہے کہ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ عوام اور خواص دونوں کی رعایت کرتا ہے۔ بدرالدینؒ زرکشی نے لکھا کہ قرآن میں عوام وخواص دونوں کا لحاظ ہے ــــ مٹی کی خاصیت بنانا ہے۔ آگ کی خاصیت بگاڑنا ہے۔ زمین میں بیج ڈالو تو وہ پہلے گل سڑ جاتا ہے۔ مگر پھر یہی دانہ سات سو تک بن جاتا ہے اور اسی کو اگر آگ میں ڈالو تو جل جائے گا۔ شیطان کی خلقت آگ سے ہے۔ اس نے اپنے کو افضل سمجھا اور سجدہ سے انکار کیا۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس میں تواضع نہیں تکبر ہے۔

ایک تعلیم یافتہ نے مجھ سے کہا کہ ایسے خبیث شیطان کو پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی۔؟ میں نے کہا اس کے پیدا کرنے میں بڑی حکمت ہے۔ شیطان کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب اس کا تصور ہوتا ہے۔ تو ایمان کی حفاظت کا خیال آجاتا ہے ایک مکان میں لاکھوں روپے ہوں۔ چور کا خیال ہو تو حفاظت کا اہتمام ہوگا۔ بھارت سے مقابلہ ہوا تو مسلمان بیدار ہو گیا۔ بحری جہاز دفاعی فنڈ وغیرہ جمع کر دئے تو بغیر مقابلہ کے بات نہیں بنتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مٹی سے کچی اینٹ بنتی ہے مگر اسے آگ میں پکاؤ تو اسکی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ ہمارا ایمان کچی اینٹ کی مانند ہے، جو شیطان سے پکتا ہے ــــ تو اس کے پیدا کرنے میں حکمتیں ہیں ــــ آجکل سیاست جھوٹ غداری اور نفاق کا نام ہے۔ شروع میں انگریز نے جھوٹ غداری سے سیاست چلائی مگر دوسرے ممالک جب بیدار ہوئے انہوں نے اسکی سیاست واضح کر دی تو وہ اس سے پیچھے رہ گئے۔ بخاری میں روایت ہے۔ کان بنی اسرائیل تسوسھم الانبیاء کہ ان کی

سیاست انبیاء علیہم السلام چلاتے۔ ایک نبی کے انتقال کے بعد دوسرا آ جاتا۔ تو بیسویں صدی کے ان شیطانوں کا کام جو ہے یہ صحیح سیاست نہیں۔ معلوم ہوا کہ سیاست انبیاء کا کام ہے۔ سیاست کا معنی ہے حفاظت حقوق اللہ و حقوق العباد۔ یعنی وہ نظام و قانون جس میں اللہ کے حقوق اور اللہ کے بندوں کے حقوق کی حفاظت ہو۔ اب حالت یہ ہے کہ مالگذاری میں کوئی ایک آنہ نہ دے تو جیل جائے۔ اور زکوٰۃ کوئی نہ دے تو کوئی نہیں پوچھتا۔ اللہ کے حقوق کی حفاظت نہیں۔ ایک آدمی غلط دعویٰ کرے کہ میں پٹواری ہوں اور نہ ہو تو اسے سزا ہے۔ کہے کہ میں ڈپٹی کمشنر ہوں اور جھوٹا ہو تو سزا پائے گا۔ لیکن ایک آدمی کہے کہ میں نبی ہوں تو اس کے لئے کوئی سزا نہیں، کوئی حرج نہیں، اللہ کے حقوق کی حفاظت ہی نہیں سلطنت کی معقولی کا طریقہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ کا قصہ سناتا ہوں :

۱۔ انسداد فساد داخلی، اندرونی فساد کا دروازہ بند کرنا۔ ۲۔ انسداد فساد خارجی کہ بیرونی حملہ آور کو روکا جائے ان کا سدباب کیا جائے۔ ۳۔ مقصد سیاست یعنی جنرل قانون کیا ہو؟ تو اللہ میاں نے سورۃ فاتحہ میں جنرل قانون بھی واضح فرما دیا کہ چونکہ وہ بڑا بادشاہ ہے۔ لہٰذا چھوٹے بادشاہ کو بھی اس کے طریقہ پر چلنا چاہئے۔ ایک دفعہ قومی اسمبلی کا اسپیکر میرے پاس آیا۔ کہ واقعی یہ حدیث ہے: السلطان ظل اللہ فی الارض۔ اس نے سمجھا کہ شاید انسانی حکومت اللہ کا سایہ ہے۔ تو انسان جو کچھ کرے اس پر بوجھ نہ ہو۔ میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سایہ اصل کے مطابق ہوتا ہے۔ ایک لکڑی دھوپ میں سیدھی کھڑی کر دیں تو سایہ سیدھا ہوگا، ٹیڑھی لکڑی کھڑی کر دیں تو ٹیڑھا سایہ ہوگا۔ تو سایہ اصل چیز کی مخالفت نہیں کرتا۔ ثابت ہوا کہ جو اللہ کی مخالفت کرے وہ سایہ نہیں ——— وہ بیچارہ کچھ اور سمجھ کر آیا تھا۔ لیکن مطلب حل نہ ہوا انسداد بغاوت داخلی کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں حکومت سے نفرت ہوتی ہے۔ لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ آجکل مسلمانوں میں انتشار ہے۔ صدر سوئیکارنو نے حکومت چلائی انگریز اور امریکہ کو پسند نہ آئی لوگوں کو گمراہ کیا۔ فوج اور سول کے آدمی ساتھ ملائے مسلمانوں میں غدار ہمیشہ پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ دس کروڑ مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ہمارے آزاد قبائل میں دو نواب تھے۔ ایک انگریز کا حامی دوسرا مخالف۔ مخالف کو ساتھ ملانے کا ڈھنگ سوچا۔ دوسرے سے اسکو حرامی کہلوایا۔ غداری تو ہوتی ہے۔ مجھ سے مسئلہ پوچھا میں نے کہا حرامی نواب جو انگریز کا مخالف ہے، اس حلالی سے اچھا ہے۔ جو انگریز کا دوست ہے۔ حکومت ایسی ہو کہ ہر آدمی کی زبان سے نکلے سبحان اللہ کیا اچھا کام کیا ——— دوسری بات یہ ہے کہ قلوب الرجال بھی حکومت کے ساتھ ہوں، اس کے لئے چار قواعد ہیں:
۱۔ پرورش ۲۔ ان کے مفاد کی کوشش کرے۔ ۳۔ غریب و امیر سے عدل و انصاف کرے۔ ۴۔ دین کے

نفاذ کی کوشش کرے تو عوام کے دل صاف ہوں گے اور حکومت کے ساتھ ہوں گے۔ اسکو فرمایا رب العالمین پرورش کا مسئلہ حل کیا۔ الرحمٰن یعنی دنیا میں والرحیم یعنی آخرت میں عدل کیلئے مالک یوم الدین فرمایا کہ روزِ جزاء کا مالک ہے۔

ایک دستورِ اساسی ہوتا ہے کہ پورا نظامِ حکومت، اس کے گرد گھومتا ہے۔ وہی محور ہوتا ہے۔ اس کے لئے فرمایا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ـــــ اور دستورِ اساسی کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ تبلیغِ حق۔ تعلیمِ حق۔ اسی سے خلفاء راشدین کو عروج نصیب ہوا۔ ملک حجاز سے نکل کر دائرہ مملکت وسیع کیا۔ عرب سے نکل کر حق کی تبلیغ کی لوگوں کو مسلمان بنایا تم بھی لوگوں کو کیمونزم سے نکالو امریکہ روس وسعتِ مملکت میں لگے ہیں۔ تم کیوں نہیں کرتے۔ یہ دستورِ اساسی کی شرط ہے کہ لوگوں کو تبلیغِ حق کی جائے۔ اسلام پھیلاؤ گے، تبلیغ کرو گے تو امریکہ کے برعکس آپکی قوت و طاقت ہو گی ورنہ ان کی ـــــ اور کام یہ ہے کہ انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم یعنی لوگوں کو گروہ مغضوب علیہم (جن پر خدا کا غضب نازل ہو) سے نکال کر منعم علیہم (جن پر انعام کیا گیا ہے) میں داخل کیا جائے۔

ـــــ تو اھدنا الصراط المستقیم سے ہمارا دستورِ اساسی شروع ہوتا ہے۔ اور ہمارا کام تبلیغ و اشاعتِ حق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں سیاسی لحاظ سے تمام اصولی باتیں فرما دیں۔ لوگوں کی زبانیں حکومت کی مخالفت کرنے سے بند ہوں، دل حکومت کے ساتھ ہو، عدل و انصاف ہو، مساوات ہو، پرورش ہو، اشیاء ضروری مہیا ہوں۔ اور آخر میں دستورِ اساسی وضع فرمایا کہ تمہارا مرکز یہ ہے۔ کہ حق کا بول بالا ہو ـــــ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل دے ـــــ

(بقیہ مقصودیات)

دن ہے۔ اس کے متعلق ہم کو علم نہیں کہ اس وقت تک زندہ رہ سکیں گے یا نہ اور ایک آج کا دن ہے۔ اس دن کو غنیمت سمجھ کر مولیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرلو۔ بہرحال بیعت سے مقصد اصلاحِ نفس ہے۔ گناہوں سے توبہ کرنا اور آئندہ نیکیوں کا پختہ ارادہ کرنا ـــــ پیر و مرشد تو راستہ بتاتا ہے ـــــ راستہ بتانا ہے پیر کا کام، راستہ پر چلنا ہے مرید کا کام۔ اور راستہ پر چلانا ہے اللہ کا کام۔ وہ پیر جو شریعت کا تابعدار نہیں اس سے بچنا چاہیئے۔ ہمارے سادات صوفیہ لکھتے ہیں۔ من لاحظ لہ فی الشریعۃ لاحظ لہ فی الطریقۃ ومن لاحظ لہ فی الطریقۃ لاحظ لہ فی الحقیقۃ ومن لاحظ لہ فی الحقیقۃ لاحظ لہ فی المعرفۃ فالمعرفۃ ثمرۃ الحقیقۃ والحقیقۃ ثمرۃ الطریقۃ والطریقۃ ثمرۃ الشریعۃ فالشریعۃ اصلہا واساسہا والطریقۃ فرعہا وثمرہا۔ گویا شریعت درخت ہے اور طریقت۔ حقیقت، معرفت اس کے فروع اور پھل ہیں۔ شریعت علمِ احکام ہے۔ طریقت ان احکام پر عمل کرنا ہے۔ اور حقیقت اس عمل اخلاص کا ہونا ہے۔ اور نتیجہ مشاہدۂ حق ہے ـــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی توفیق بخشے ـــــ